عورت کی سربراہی سے متعلق حدیث کی اسنادی تحقیق

جناب مولانا گوھر رحمٰن صاحب

(۲)

عوف بن ابی جمیلہ پر شیعہ ہونے کے الزام کی حقیقت

ذہبیؒ ۷۴۸ھ اور ابن حجرؒ ۸۵۲ھ نے بندار، ابن مبارک اور داؤد بن ابی ہند کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ابن ابی جمیلہ شیعہ اور قدری (معتزلی) تھا۔ لیکن باوجود اس الزام کے ذہبیؒ اور ابن حجر نے خود بھی اسے ثقہ قرار دیا ہے اور دوسرے بڑے بڑے آئمہ جرح وتعدیل سے بھی ان کی توثیق نقل کی ہے۔ اور آئمہ ستہ یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اس کی روایات بغیر جرح کے نقل کی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مبتدع کی بدعت اگر حد کفر کو نہ پہنچی ہو (قطعی اور اتفاقی کفر) اور وہ صداقت، دیانت اور امانت کی صفات کا حامل ہو۔ جھوٹ بولنے سے اجتناب کرتا ہو اور اچھے کردار کا حامل ہو اور لوگوں کو اپنی بدعت کی دعوت دینے والا نہ ہو۔ بلکہ تاویل کی غلطی کی وجہ سے خود اپنی بدعت پر قائم ہو تو ایسے مبتد ع کی روایت جمہور کے نزدیک مقبول ہے۔ اس لیے کہ اس نے بدعت کو عناد اور بدنیتی کی وجہ سے اختیار نہیں کیا بلکہ غلط فہمی اور تاویل کی وجہ سے اس میں مبتلا ہو گیا ہے۔ ایسے راوی پر جھوٹی حدیث گھڑنے کا الزام اس لیے نہیں لگایا جاسکتا کہ وہ صادق القول ہوتا ہے۔

خطیب بغدادیؒ متوفی ۴۶۳ھ فرماتے ہیں:۔

وقال کثیر من العلماء تقبل اخبار غیر الدعاۃ من اہل الاھواء[1]

"بہت سے علماء نے کہا ہے کہ ان اہلِ بدعت کی روایات مقبول ہیں جو اپنی بدعت کے داعی نہ ہوں"۔

خطیب بغدادی نے یہی رائے امام احمد بن حنبلؒ، عبدالرحمٰن بن مہدیؒ، عبداللہ بن مبارکؒ یحییٰ ابن معینؒ، یحییٰ بن سعید القطانؒ، علی بن المدینیؒ اور ابوداؤد الطیالسی سے بھی نقل کی ہے (جو جرح و تعدیل کے امام تھے)[2]

علم اصولِ حدیث کے مشہور امام ابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ جمہور کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

وھٰذا مذھب الکثیر او الاکثر من العلماء وھٰذا المذھب اعدلھا واولاھا[3]

"یہ کثیر یا اکثر علماء کا مذہب ہے اور یہی منصفانہ اور بہترین مذہب ہے"۔

ابن حجرؒ، نوویؒ، ابن کثیرؒ، سیوطیؒ اور دوسرے کئی علماء اصولِ حدیث نے بھی ابن الصلاح سے اتفاق کرتے ہوئے اسی رائے کو زیادہ مبنی بر انصاف قرار دیا ہے۔ اور یہی بات معقول نظر آتی ہے اس لیے کہ جب ایک آدمی مسلمان ہے، سچا ہے، متقی اور پرہیزگار ہے اور لوگوں کے ساتھ معاملات اور گفتگو میں جھوٹ نہیں بولتا تو صرف تاویل کی غلطی کی وجہ سے وہ کسی بدعت میں مبتلا ہو جانے سے اس کی شہادت قبول نہ کرنا، یا اس کی روایت قبول نہ کرنا کوئی معقول اور منصفانہ طرزِ عمل نہیں ہے۔ یہ تو ہے اکثر علماء کا قول کہ داعی الی البدعت کی روایت قبول نہیں کی جاسکتی اور غیر داعی کی قبول کی جاسکتی ہے لیکن خطیبؒ

---

[1] الکفایہ فی علم الروایہ للخطیب طبع حیدر آباد دکن ۱۳۰۷ھ ص ۱۲۱۔

[2] الکفایہ ص ۱۲۶ تا ۱۳۰۔

[3] علوم الحدیث لابن الصلاح ص ۱۰۳۔۱۰۴ و تدریب الراوی از سیوطی ص ۳۲۴۔۳۲۵۔

نے امام شافعیؒ، قاضی ابن ابی لیلیٰؒ، سفیان ثوریؒ، قاضی ابو یوسفؒ سے یہ رائے بھی نقل کی ہے کہ اگر مبتدع اپنی بدعت کی طرف لوگوں کو دعوت بھی دیتا ہو پھر بھی اس کی روایت قابلِ قبول ہے بشرطیکہ کافر نہ ہو، صداقت و امانت اور دیانت کے معیارِ مطلوب پر پورا اُترتا ہو۔ اور اس کی نقل کردہ حدیث کا تعلق اس کی بدعت سے نہ ہو[1]

خطیب بغدادیؒ اپنی رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان کی روایات کے مقبول ہونے کی مضبوط دلیل یہ ہے کہ صحابہؓ اور تابعین نے خوارج کی شہادت قبول کی ہے اس لیے کہ خوارج اور ان کی طرح کے دوسرے اہلِ بدعت راست گو تھے۔ جھوٹ بولنے کو بڑا گناہ سمجھتے تھے اور متقی تھے۔ قدیم و جدید اہلِ علم نے ان کی روایات کو مدوّن کیا ہے اور قبول کیا ہے۔ تو یہ ان اہلِ علم کی طرف سے بمنزلۂ اجماع ہے جس سے یہی رائے درست نظر آتی ہے"[2]

جلال الدین سیوطیؒ نے ۱۰۸ نام ایسے راویوں کے نقل کیے ہیں جن پر بدعت کا الزام لگایا گیا ہے اور باوجود اس الزام کے بخاری اور مسلم دونوں میں یا ان میں سے کسی ایک میں ان کی روایات نقل ہوئی ہیں۔ ان میں سے ۲۵ راوی وہ ہیں، جن پر شیعیت کا الزام ہے اور ۳۰ وہ ہیں جن پر قدری (معتزلی) ہونے کا الزام ہے۔[3]

اسی طرح ابن حجرؒ نے ۶۹ نام ان راویوں کے نقل کئے ہیں، جن پر بدعت کا الزام ہے اور ان سے بخاری میں روایات نقل ہوئی ہیں[4]۔

اگر یہ راوی غالی قسم کے وہ بدعتی ہوتے جن کی روایات ناقابلِ قبول ہوتی ہیں، تو

---

[1] الکفایہ ص ۱۲۰　　[2] الکفایہ ص ۱۲۵ ملخصاً

[3] تدریب الراوی جلد ا ص ۳۲۸ - ۳۲۹ -

[4] مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۳ - ۴۸۴ -

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ ان سے روایات نقل نہ کرتے اور اُمت اُن کی کتابوں کو صحیح ترین کتابیں تسلیم نہ کرتی۔

شیعیت کا مفہوم متقدّمین کی اصطلاح میں

رفض و تشیّع کا جو مفہوم اثنا عشریہ امامیہ نے متعین کیا ہے اور متاخرین کے دور میں مروج ہو چکا ہے وہ تو خلفائے ثلاثہ (ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ) کی خلافت سے انکار پر مبنی ہے۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ سے برأت، بُغض صحابہ اور سب و شتم ان کا شعار ہے۔ تقیہ کے نام سے یہ لوگ جھوٹ بولنے کو بھی جائز سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قبیل کے شیعہ راوی کی روایت کو قبول کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب کہ یہ لوگ اپنے مذہب باطل کے داعی اور مبلغ بھی ہیں۔ بلکہ جھوٹی حدیثیں گھڑ کر پھیلانا بھی ان میں سے بعض کے نزدیک جائز ہے۔ لیکن متقدمین محدثین کی اصطلاح میں تشیّع کا مفہوم یہ تھا کہ حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر درجے میں فضیلت دی جاتی۔ اور حضرت علیؓ کو اس کے مخالفین کے مقابلے میں برحق سمجھا جائے۔ ابوبکرؓ، عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت سے انکار یا ان سے برأت یا صحابہؓ پر لعن طعن اور سب و شتم تشیّع کے اس مفہوم میں شامل نہیں تھا۔ آئمہ جرح و تعدیل جب کسی راوی کو شیعہ کہتے ہیں۔ اور پھر اس کی روایت کو قبول بھی کرتے ہیں تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ یہ حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ سے مناقب کے اعتبار سے افضل سمجھتے تھے۔ حالانکہ اہل سنت کے نزدیک حضرت عثمانؓ کی فضیلت اور منقبت حضرت علیؓ سے زیادہ ہے۔ اس نوع کا شیعہ راوی اگر صادق القول اور متقی ہو تو اس کی روایت مقبول ہے۔ اس لیے کہ حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ سے افضل سمجھنا ایک غلط فہمی ہے کوئی عقیدے کی خرابی نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

التشیّع فی عرف المتقدمین ھو اعتقاد تفضیل علیٍّ علی عثمانؓ وان علیًا کان مصیبًا فی حروبه وان مخالفه مخطئٌ

مع تقديم الشيخين و تفضيلهما وربما اعتقد بعضهم ان عليًا افضل الخلق بعد رسول الله واذا كان معتقدُ ذالك ورعًا دينًا صادقًا مجتهدًا فلا تُرَدُّ روايته بهذا لاسيما اذا كان غيرَ داعية واما التشيُّع فى عرف المتأخرين فهو الرفض المحض (اى السبّ والشتم) فلا تقبل رواية الرافضى الغالى ولا كرامة ؎

"متقدمین کے عرف میں تشیُّع سے مراد ہے حضرت عثمانؓ پر حضرت علیؓ کی فضیلت کا اعتقاد ---------- اور یہ کہ حضرت علیؓ اپنی لڑائیوں میں حق بجانب تھے اور ان کے مخالفین کی رائے صحیح نہیں تھی اس اعتقاد کے ساتھ کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کا درجہ سب سے مقدم ہے۔ بعض اوقات ان میں سے کچھ لوگ یہ عقیدہ بھی رکھتے تھے کہ حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساری مخلوق سے افضل ہیں (لیکن یہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے منکر نہیں تھے۔ گوہر)۔ جب اس عقیدے والا راوی پرہیزگار اور دیانت دار ہو۔ سچ بولنے والا ہو اور اس عقیدے کو اس نے اجتہاد کی بنا پر اختیار کیا ہو۔ (عنادی اور ضدی نہ ہو۔ گوہر)۔ تو اس کی روایت کو رد نہیں کیا جا سکتا، بالخصوص جب کہ وہ اس عقیدے کا داعی بھی نہ ہو۔ لیکن تشیُّع متاخرین کے عرف میں خالص رفض (ابوبکرؓ، عمرؓ سے برأت کا اعلان اور سب وشتم۔ گوہر) ہو گیا ہے۔ اور غالی قسم کے رافضی کی روایت قبول نہیں کی جا سکتی اور اس کی کوئی قدر نہیں ہے۔"

شمس الدین ذہبیؒ متوفی ۷۴۸ھ نے ابان بن تغلبؒ کے بارے میں فرمایا ہے:

شيعيٌ جلدٌ لكنه صدوق فلنا صدقه وعليه

؎ تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۹۴۔

بدعتہ۔

"یہ سخت قسم کا شیعہ تھا لیکن یہ سچا راوی تھا اور ہمارے لیے اس کا سچ بولنا مفید ہے۔ اور اس کی بدعت کا بوجھ اسی پر ہے۔"

ابان بن تغلب سے امام مسلمؒ، ترمذیؒ، ابوداؤد، نسائیؒ اور ابن ماجہ نے روایات نقل کی ہیں اور احمد بن حنبلؒ، ابن معین اور ابوحاتمؒ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ اس پر ذہبیؒ نے سوال قائم کیا ہے کہ مبتدع کی توثیق کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

وجوابه ان البدعة على ضربين فبدعة صغرىٰ كغلوّ التشيّع او كالتشيّع بلا غلوٍّ فهٰذا كثير فى التابعين وتابعيهم مع الدين والورع والصدق فلو ردَّ حديث هٰؤلاء لذهب جملة من الآثار النبويّة وهٰذه مفسدة بيّنة عه

"اس کا جواب یہ ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک چھوٹی بدعت ہے مثلاً تشیّع میں غلو کرنا اور بغیر غلو کے تشیّع یہ چھوٹی بدعت تابعینؒ اور تبع تابعینؒ میں زیادہ تھی۔ باوجود اس کے کہ یہ لوگ دیانت دار اور پرہیزگار تھے۔ اور سچے تھے اور اگر ان کی روایت رد کر دی جائے تو احادیثِ نبویہ کا ایک حصہ ضائع ہو جائے گا، جس کا نقصان واضح ہے۔"

شیعیت کے بارے میں متقدمین اور متاخرین کی اصطلاح کا فرق بیان کرتے ہوئے ذہبیؒ فرماتے ہیں:

ثم بدعة الكبرىٰ كالرفض الكامل والغلوّ فيه والحطّ على ابى بكرؓ وعمرؓ والدعاء الى ذالك فهٰذا النوع

عہ میزان الاعتدال طبع پاکستان ۹۶۳ جلد ۱ ص ۵

لا یُحتج بهم ولا کرامة ایضاً فما استحضر الآن فی هذا الضرب رجلا صادقاً بل الکذب شعارهم والتقیة والنفاق دثارهم فکیف یقبل نقل من هذا حاله حاشا وکلا۔ فالشیعی الغالی فی زمان السلف وعرفهم هو من تکلم فی عثمانؓ والزبیرؓ وطلحهؓ ومعاویهؓ ممن حارب علیاً و الغالی فی زماننا وعرفنا من یکفر هؤلاء السادة ویتبرء من الشیخین ایضاً فهذا ضال وابان بن تغلب لم یکن یعرض للشیخین اصلاً بل قد یعتقد علیاً افضل منهما۔

"بدعت کی دوسری قسم بڑی بدعت ہے۔ مثلاً کامل رفض، اس میں غلو کرنا ابوبکرؓ اور عمرؓ پر لعن طعن کرنا اور لوگوں کو اس بدعت کی دعوت دینا تو اس قسم کے بتدعین کی روایت قابلِ استدلال نہیں ہے۔ اور اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ اب تو مجھے اس نوع کے شیعوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں معلوم نہیں ہے جو سچ بولتا ہو۔ بلکہ جھوٹ بولنا اب ان کا شعار بن چکا ہے۔ اور تقیہ و نفاق ان کا اوڑھنا بن چکا ہے۔ تو ایسے شخص کی روایت کیسے قبول کی جاسکتی ہے۔ سلف کے زمانے میں غالی شیعہ صرف وہ ہوتا تھا جو حضرت عثمانؓ، زبیرؓ، طلحہؓ اور معاویہؓ کے بارے میں کلام کرتا تھا، جنہوں نے حضرت علیؓ سے جنگ کی تھی۔ (یعنی ان کی رائے کو صحیح نہیں سمجھتا تھا، بلکہ ان کی جانب غلطی کی نسبت کرتا تھا)۔ اور ہمارے زمانے میں غالی شیعہ وہ ہوتا ہے جو مسلمانوں کے ان رہنماؤں کو کافر کہتا ہے اور شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) سے برأت کرتا ہے تو ایسا شخص گمراہ ہے، مگر ابان بن تغلب شیخین پر لعن طعن بالکل نہیں کرتا تھا۔ البتہ اس کا عقیدہ صرف یہ تھا کہ حضرت علیؓ

سے میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۶

ان دونوں سے افضل تھے۔"

علامہ سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ فرماتے ہیں:

الصواب انہ لا تقبل رواية الرافضة وساب السلف کما ذکرہ المصنف فی الروضة فی باب القضاء فی مسائل الافتاء[1]

صحیح یہی ہے کہ روافض اور سلفؒ (صحابہؓ) کو گالیاں دینے والوں کی روایت مقبول نہیں ہے۔ جیسا کہ مصنف (نووی) نے اپنی کتاب روضہ کے باب القضاء میں ذکر کیا ہے۔"

صحیحین کے ۲۵ راویوں کو شیعہ کہا گیا ہے۔ یہ متقدمین کی اصطلاح کے مخصوص معنوں میں شیعہ تھے۔ یعنی حضرت عثمانؓ پر حضرت علیؓ کو فضیلت دیتے تھے۔ متأخرین کی اصطلاح کے معنوں میں وہ شیعہ نہیں تھے جو ابوبکرؓ اور عمرؓ سے برأت کرتے تھے صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہیں اور تقیہ کے طور پر جھوٹ بولنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ عوف بن ابی جمیلہ بھی ان ۲۵ ناموں میں شامل ہیں۔ جن کو شیعہ باصطلاح متقدمین کہا گیا ہے۔ اور صحیحین کے علاوہ دوسرے ائمہ حدیث نے بھی ان سے روایات نقل کی ہیں۔ عوف بن ابی جمیلہ سے امام مسلم نے بھی روایات نقل کی ہیں۔ حالانکہ انہوں نے مسلم کے مقدمے میں لکھا ہے۔

ان يُتّقی منها ما کان من اهل التُّهم والمعاندين من اهل البدع[2]

"اُن راویوں کی روایت سے اجتناب کیا جائے جن پر کوئی تہمت لگائی گئی ہو یا وہ عِنادی قسم کے بدعتی ہوں۔"

اگر عوف بن ابی جمیلہؒ عِنادی شیعوں میں سے ہوتے یا اُن پر کسی نے جھوٹ بولنے

---

[1] تدریب الراوی جلد ۱ ص ۳۲۶۔

[2] مقدمہ صحیح مسلم جلد ۱ ص ۶۰ طبع قاہرہ۔

کی تہمت لگائی ہوتی تو امام مسلم اپنی شرط کے مطابق اس سے روایات نقل نہ کرتے اور امام احمد بن حنبلؒ اور دوسرے آئمہ اسے ثقہ صدوق اور صالح الحدیث نہ کہتے اس لیے کہ غالی شیعہ کو صدوق اور ثقہ و صالح الحدیث کہنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دوسرے اسانید جن میں عوف بن ابی جمیلہ نہیں آیا

۱۔ امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ متوفیٰ ۲۷۹ھ نے اس حدیث کو جس سند کے ساتھ نقل کیا ہے اس میں عوف بن ابی جمیلہ نہیں آیا، بلکہ اس کی جگہ حسن بصریؒ سے اس حدیث کو حمید الطویل نے نقل کیا ہے۔ ترمذی کے راوی یہ ہیں:

محمد بن المثنیٰؒ ۔ خالد بن الحارثؒ ۔ حمید الطویلؒ ۔ حسن بصریؒ ابوبکرہؓ [1]

۱۔ محمد بن المثنیٰ ابوموسیٰ البصری متوفی ۲۵۲ھ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ امام ذھلی نے اسے حجت کہا ہے۔ یحییٰ بن معین نے ثقہ اور ابوحاتمؒ نے صدوق اور صالح الحدیث کہا ہے[2]

۲۔ خالد بن الحارث ابوعثمان الہجیمی البصری بھی صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ امام نسائی نے اسے ثقہ ثبت کہا ہے۔ ترمذی نے اسے ثقۃ مامون کہا ہے اور ابوحاتمؒ نے اسے ثقہ کہا ہے[3]

۳۔ حمید بن ابی حمید الطویل المولود ۶۸ھ المتوفی ۱۴۳ھ بھی صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ کہا ہے اور ابن حجر نے لکھا ہے

---

[1] ترمذی کتاب الفتن باب ۷۵ حدیث نمبر ۲۲۶۲۔

[2] تہذیب جلد ۹ ص ۴۲۹ و رجال البخاری از کلاباذی جلد ۲ ص ۶۸۲ طبع مکہ مکرمہ۔ ۱۹۸۷ء

[3] تہذیب جلد ۳ ص ۱۵۳ رجال البخاری جلد ۱ ص ۲۲۳۔

کہ مشہور من الثقات المتفق علی الاحتجاج بھم۔ یہ ان مشہور اور ثقہ راویوں میں سے ہیں جن کی روایات کے قابل استدلال ہونے پر اتفاق ہو چکا ہے"۔[1]

۴ اور ۵۔ حسن بصریؒ تو مشہور امام ہیں اور ابوبکرہؓ صحابی ہیں۔

ترمذی کی سند کے سارے راوی صحاح ستہ کے ہیں اور ان میں سے کسی پر بھی نہ شیعہ اور قدری ہونے کا الزام ہے اور نہ کسی اور وجہ سے ضعیف ہونے کی جرح موجود ہے۔ اور ابن ابی جمیلہ کی جگہ اس میں حمید طویل آیا ہے، جو بالاتفاق ثقہ ہے۔

۲۔۔۔ امام ابوداؤد الطیالسیؒ متوفی ۲۰۴ھ نے یہ حدیث سندِ ثلاثی کے ساتھ نقل کی ہے یعنی طیالسیؒ اور رسول اللہؐ کے درمیان تین واسطے ہیں جس سند میں واسطے کم ہوں اسے سندِ عالی کہا جاتا ہے۔ بخاری کی سند میں واسطے چار ہیں اور ترمذی کی سند میں پانچ ہیں۔ اس لیے طیالسی کی یہ سند عالی ہے جس کے راوی درج ذیل ہیں اور ان میں بھی ابن ابی جمیلہ نہیں آیا۔

عُیَینہ بن عبدالرحمٰنؒ ۔۔۔ عبدالرحمٰن بن جوشنؒ ۔۔۔ ابوبکرہؓ۔[2]

عُیَینہ بن عبدالرحمٰن بن جُوشن الغطفانی ابومالک البصری متوفی ۱۵۰ھ سُنَن اربعہ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) کے راوی ہیں یحییٰ بن معینؒ، ابن سعدؒ، نسائیؒ اور ابن حبانؒ نے انہیں ثِقہ کہا ہے۔ امام احمدؒ نے اسے صالح الحدیث کہا ہے۔ اور ابوحاتمؒ نے اسے صدوق کہا ہے"۔[3]

عبدالرحمٰن بن جوشن غطفانی تابعی تھے اور ابوبکرہؓ کے داماد تھے۔

---

[1] تہذیب جلد ۳ ص ۳۸ - ۶۵ -

[2] مسند ابوداؤد طیالسی طبع بیروت ص ۱۱۸ - حدیث نمبر ۸۷۸ -

[3] تہذیب جلد ۸ ص ۲۴۰ - ۲۴۱ -

ابوزرعہؒ، ابن سعدؒ اور ابن حبانؒ نے اسے ثقہ کہا ہے۔[1]

ابوداؤد طیالسیؒ کی نقل کردہ حدیث کے الفاظ ہیں: لن یُفلح قوم اسندوا امرھم الی امرأۃٍ۔ اس سندِ عالی میں بھی کوئی ایسا راوی نہیں آیا ہے جس پر بدعت کا الزام ہو یا اُسے ضعیف کہا گیا ہو۔

امام احمد بن حنبلؒ متوفیٰ ۲۴۱ھ نے مسند احمد میں عورت کی حکمرانی کی ممانعت کی روایات مختلف الفاظ میں ۵ سندوں کے ساتھ نقل کی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک سند میں بھی عوف بن ابی جمیلہ کا ذکر نہیں آیا۔ ان روایات کے متون اور اسانید کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۳۔ بکار بن عبدالعزیزؒ عن ابیہ عبدالعزیز عن ابیہ ابی بکرۃؓ۔ ابوبکرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے پاس ایک شخص فتح کی خوشخبری لے کر آیا۔ آپؐ نے سجدہ شکر ادا کیا اور پھر پوچھا کہ ان پر حکومت کون کر رہا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ ان پر ایک عورت حکمرانی کر رہی ہے۔ اس پر رسول اللہؐ نے فرمایا:

هَلَكَتِ الرجال حين اطاعت النساء ثلاثًا۔[2]

"مرد جب عورت کی اطاعت کریں گے (حکمران کے طور پر) تو تباہ ہو جائیں گے۔ یہ فقرہ تین بار دہرایا"

یہ حدیث انہی الفاظ میں اسی سند کے ساتھ امام حاکم متوفیٰ ۴۰۵ھ نے مستدرک میں نقل کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ یہ صحیح حدیث ہے مگر اسے بخاری مسلم نے نقل نہیں کیا۔ شمس الدین ذہبیؒ نے بھی اپنی تعلیقات میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔[3]

---

[1] تہذیب جلد ۶ ص ۱۵۵۔

[2] الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد الشیبانیؒ کتاب الخلافۃ الفصل الرابع فی امارۃ النساء۔ جلد ۲۳ ص ۳۵۔

[3] المستدرک للحاکم مع تعلیقات ذہبیؒ جلد ۴ ص ۲۹۱۔

۴ — علی بن زید رح عن عبدالرحمٰن عن ابیہ ابی بکرہ رض

بلفظ : ما افلح قوم یلی امرھم امراۃ ۔

" وہ قوم کامیاب نہیں ہوگی جس پر عورت حکمرانی کرتی ہو"

۵ — مبارک بن فضالہ عن الحسن البصری عن ابی بکرہ رض

بلفظ: لن یُفلِحَ قوم تملکھم امراۃ ۔

" وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہوگی جس پر عورت حکمرانی کرتی ہو"۔

۶ — عُیَینۃ عن ابیہ (عبدالرحمٰن بن جوشن) عن ابی بکرہ رض۔

بلفظ: لا یفلح قومٌ اسندوا امرھم الی امراۃٍ ۔

" وہ قوم کامیاب نہ ہوگی جس نے اپنے معاملات عورت کے حوالے کردیے ہوں"۔

۷ — حمید الطویل عن الحسن البصری عن ابی بکرۃ رض۔

بلفظ : لا یُفلحُ قومٌ تملکھم امراۃ ۔

" وہ قوم کامیاب نہ ہوگی، جس پر عورت حکمرانی کرتی ہو"[1]

۸ — ابن حبان رح متوفی ۳۵۴ھ نے یہ حدیث لن یُفلح قوم تملکھم امراۃ کے الفاظ میں جس سند کے ساتھ نقل کی ہے اس میں بھی ابن ابی جمیلہ نہیں ہے ۔ ابن حبان کے راوی یہ ہیں:

مبارک بن فضالہ رح عن الحسن عن ابی بکرہ رض [2]

۹ — امام حاکم متوفی ۴۰۵ھ نے اس حدیث کو درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے جس میں ابن ابی جمیلہ کا ذکر نہیں آیا۔

محمد بن یعقوب رح، یحییٰ بن محمد بن یحییٰ ۔ مُسَدَّد رح، خالد بن الحارث رح، حمید الطویل رح،

[1] الفتح الربانی جلد ۲۳ ص ۳۵-۳۶

[2] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان کتاب السیر جلد ۷ ص ۲۵۔

حسن بصریؒ ، ابوبکرہؓ ۔

اس حدیث کے مذکورہ اسانید سے معلوم ہوا کہ حسن بصری کے ساتھ ابوبکرہؓ سے نقل کرنے میں عبدالعزیز بن ابی بکرہ ، عبدالرحمٰن بن ابی بکرہؓ اور عبدالرحمٰن بن جوشنؒ بھی موافقت و متابعت کرتے ہیں ۔ اور عوف بن ابی جمیلہ کے ساتھ حسن بصریؒ سے نقل کرنے میں حمید الطویلؒ اور مبارک بن فضالہ بھی متابعت کرتے ہیں ۔ اگر ابن ابی جمیلہ مردود الروایت شیعہ بھی ہوتا پھر بھی از روئے قاعدہ مشہورہ یہ حدیث مقبول ہوتی ۔ اس لیے کہ دوسرے ثقہ راوی اس کی متابعت اور تائید کرتے ہیں ۔ جب ابن ابی جمیلہ صحاح ستہ کے راوی ہیں ۔ دوسرے ثقات اس روایت میں اس کی تائید کرتے ہیں ۔ بخاریؒ ، ترمذیؒ ، نسائیؒ ، بیہقیؒ ، حاکمؒ ، احمد بن حنبلؒ ، ابوداؤد طیالسیؒ ، ابن حبانؒ ، ذہبیؒ ، ابن حجرؒ اور بدرالدین عینیؒ جیسے محدثین نے عورت کی حکومت کے ممنوع ہونے کے بارے میں اس کی نقل کردہ مذکورہ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور چودہ سوسالہ تاریخِ اسلام میں ہر دور کے فقہاء اور محدثین نے عورت کی حکمرانی کے ممنوع اور منکر ہونے کے لیے اس حدیث کو بطور حجت پیش کیا ہے ۔ یعنی اس حدیث کو تلقی بالقبول کا مقام حاصل ہے ۔ تو اب قارئین خود ہی فیصلہ کریں کہ اس درجے کی حدیث کو بھی ناقابلِ استدلال کہنا کیا حق پسندی پر مبنی ہے یا کسی نیتِ فاسدہ پر مبنی ہے یا پھر لاعلمی پر مبنی ہے ؟

وَاللّٰہُ یَقُولُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیل

اللّٰھم اَرِنَا الحق حقاً وارزقنا اتبٰعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ ۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمدٍ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین